پروفیسر علم الدین سالک
مرتب ا۔ پروفیسر احسان الٰہی سالک

چندا : اردو کی پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ

چندا کے والدین

چندا کا باپ مرزا سلطان، بلخ کا رہنے والا تھا۔ بعض نامساعد حالات نے اسے ترکِ وطن پر مجبور کیا اور اس نے ہندوستان کا رُخ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ تیموری اپنی عظمت کھو چکے تھے، ان کے جلال کا خاتمہ ہو چکا تھا، دہلی کے تخت پر احمد شاہ متمکن تھا اور شاہ عالم کی شہزادگی کا دور تھا۔ مرزا سلطان نے اپنی خدمات دربارِ شاہی کو پیش کیں۔ اس وقت نیشاپوریوں اور تورانیوں کی باہمی رقابت زوروں پر تھی۔ دربار کی یہ دونوں پارٹیاں اپنی اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر رہی تھیں۔ چنانچہ مرزا سلطان کو ملازمت مل گئی۔ اسے بعض خدماتِ جلیلہ کے سلسلے میں صلابت خان کا خطاب ملا اور جب شاہ عالم بادشاہ ہوا تو اسے بسالت خاں کا پُراعزاز خطاب عطا ہوا اور اسے شاہی افواج کا بخشی مقرر کیا گیا۔ چندا کی ماں گجرات کے حسن خیز خطے کی رہنے والی تھی۔ اس کا نام راج کنور بائی تھا اور وہ خواجہ محمد حسین خاں کی دختر تھی۔

پیدائش، تعلیم و تربیت، مشاغل

۱۱۷۸ھ میں چندا پیدا ہوئی۔ اس زمانے کے شرفا کے قاعدے کے مطابق اسے مختلف علوم و فنون کی تعلیم دی گئی۔ ذہین اور طباع تھی، اس لیے مختلف علوم و فنون میں سرآمد روزگار بن گئی۔ شعر گوئی اور موسیقی میں بھی اچھی خاصی دسترس حاصل کر لی، چنانچہ اس کے ہاں مشاعرے ہوتے اور بلند پایہ شعرا اور اونچے درجے کے ادیب اس میں شرکت کرتے۔ وہ فنونِ حربیہ سے بھی واقف تھی، چنانچہ گھوڑے کی سواری، تیر اندازی اور دیگر مردانہ کھیلوں میں بھی کافی مہارت رکھتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دولت کافی دے رکھی تھی اس لیے صرف [illegible] کی اردل میں پانچ سو سپاہی ہوتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ علوم و فنون کی بھی دلدادہ تھی۔ چنانچہ اس کی سرپرستی میں تاریخِ دل افروز[1] مرتب ہوئی۔ یہ

---

[1] تاریخ دل افروز: فہرست مخطوطات موزۂ بریطانیہ لندن۔ نمبر ۲۶۳۶۰۔ اڈیشنل

خاندانِ آصفیہ کی تاریخ ہے مگر درحقیقت تمام ہندوستان کی تاریخ عمومی ہے۔ اس کا مصنف غلام حسین جوہر ہے۔ اس کے ماخذ: روضۃ الصفا، حبیب السیر، فرشتہ، مراۃ العالم، اقبال نامہ جہانگیری، اکبر نامہ، مآثر الامرا، منتخب اللباب، چار چمن، سوانح دکن، ہفت اقلیم، شاہ نامہ، تاریخِ بہمنی، تاریخِ قطب شاہی، زبدۃ التواریخ، عالمگیر نامہ، شاہ جہان نامہ (یا بادشاہ نامہ)، توزک آصفیہ اور توزکِ تیموری ہیں[۵۲]

کردار اور یومیہ پروگرام

چندا صبح اٹھ کر نماز سے فارغ ہوتی۔ طلوعِ آفتاب تک ادعیہ ماثورہ اور وظائف و اوراد میں مصروف رہتی۔ قرآنِ پاک کی تلاوت اور ناشتے سے فارغ ہوتی تو دوپہر ہو چکی ہوتی۔ پھر قیلولہ کے لیے بالاخانے میں جاتی اور آرام کرتی۔ نمازِ ظہر سے عصر تک تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتی۔ نمازِ عصر کے بعد دیوان خانے میں خانگی حساب کتاب اور امورِ خانہ داری کے انصرام کی ہدایات دیتی۔ اس کے بعد علما و فضلا اور اہلِ سخن سے علمی گفتگو ہوتی۔ اسے کتب بینی کا بڑا شوق تھا۔ زیادہ تر حبیب السیر اور روضۃ الصفا زیرِ مطالعہ رہتیں۔ ان کے علاوہ فارسی اور ریختہ کے دیوان بھی باقاعدہ پڑھتی۔ یہ سلسلہ نمازِ مغرب تک جاری رہتا۔ نمازِ مغرب کے بعد کھانا ہوتا، پھر نمازِ عشا کے بعد فنِ موسیقی کے اساتذہ کا اجتماع ہوتا جو آدھی رات تک جاری رہتا۔ رمضان المبارک میں روزے کی بجائے روزانہ ایک سو بیس خوان غربا کو دیا کرتی تھی[۵۳]

تاریخ دل افروز کی وجہِ تالیف

"چون حقوق تربیت و عنایت خاندانِ عالیہ آصفیہ خصوص نوازش و عنایت حضرت نواب غفران مآب (آصف جاہ ثانی) بریں عاجزۂ بے مقدار بچندین سرفرازی، ثابت و محقق است، لہٰذا دلِ فدویت چنان می خواہد کہ تاریخ در مآثر ایام سلطنت آن حضرت بعنوان اجمال کردہ شود۔ در ذیل آن بعد از ذکر ارکان و اعیان و امرائے عہد مذکور این جزہ ہم طراز دامان یاد فرمائی و یادگاری یاد باشد"[۵۴]

---

۵۲ تاریخ دل افروز، ص ۵۵۵

۵۳ ماخوذ از تاریخ دل افروز

۵۴ ایضاً۔ ص ۱۱

شعر و شاعری کا شوق

چنداؔ کو شعر و شاعری کا ذوق تھا اور وہ شیر محمد خان ایمانؔ سے اصلاحِ سخن لیتی تھی۔ اس کے ہاں اس دور کے بڑے بڑے شعرا کے اجتماع ہوتے اور اکثر مشاعرے کی محفل جمتی۔ محافل موسیقی بھی منعقد ہوتیں، جن میں کبار امرا جمع ہوتے۔ اس کی تعریف میں قصیدے کہے جاتے۔ میر عالم بہادر نے اس کی مدح میں ۱۷۵ شعروں کی مثنوی لکھی ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں:

اے مہر سپہر روشنائی　　سر تا پائے تو دلربائی

اے مردم دیدۂ محبت　　سر تا قدمت طلسم الفت

شکل تو بفلک دل مصور　　چشم تو مات جان مجمر

اے ماہ ــــ ماہِ پیکر　　وے ماہ جبین و ماہ منظر

اس کے دیوان کا دیباچہ فارسی میں ہے۔ اس میں حمد و نعت کے بعد حضرت علیؑ کی منقبت ہے اور پھر آصف جاہ ثانی کی مدح لکھی ہے۔ اس کے بعد سلطنت کے دیوان (وزیر اعظم) کی تعریف ہے۔ ان دنوں دیوان، راجہ راؤ رمنیا تھا۔ اس کے دیوان کے مؤلف سید نصیر الدین خان قدرتؔ نے چنداؔ کے کمالِ فن اور شعر و سخن کی تعریف کی ہے:

"در زمانِ تہنیت عنوان سنہ سبعۃ ثلاثین از جلوس میمنت مانوس بندگانِ نظام الملک ــــ آصف جاہ نظام الدولہ ولد میر نظام علی خان مکانِ سنہ ثالث عشرین مائتین بعد الف (۱۲۱۳ھ) اوانِ اوج و عروج مدار المہامی، غلام سید خان سہراب جنگ معین الدولہ مشیر الملک اعظم الامرا بہادر وکیل مطلق مختار دولتِ آصفیہ امیر اعظم نواب ارسطو جاہ کہ ... ماہ منیر فلک انبساط بر جبین منور برج نشاط نازنین چہار بالش رعنائی الخاطب ماہ لقا بائی در سر رشتہ ملازمی مہاراج عالی مزاج منبع المناقب معالی المراتب علو منزلت و مرتبت ذی شوکت و حشمت و الاتبار عالی مقدار راجہ راؤ رمنیا جیونت بنالکر مد اللہ عمرہ و زاد ثروتہ، محفل افروختہ نکتہ دانی بیشتر از بیداجزائی معانی کہ عبارت از تصنیف دیوان غزل بندلیست گردیدہ و سوادِ اعظم بر صفحہ را بتحریر و تقریر دلپذیر مانند خطوط شعاعی خورشید کشید ..."

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ چنداؔ نے جو راجہ راؤ رمنیا کی ملازمت میں داخل تھی، قدرتؔ (نصیر الدین خان)

سے دیباچہ لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ دیوان راجہ صاحب کی خواہش سے مرتب ہوا، جسے بعداز ترتیب نواب ارسطوجاہ دیوانِ وقت نے پسند فرمایا۔ اس کی تاریخ "ھو اللطیف الاعظم" یعنی ۱۲۱۳ھ ہے۔ اس میں فقط غزلیات ہیں۔ ابتدا:

کہاں طاقت کہ راہِ حمد میں ہو زبان گویا — کہ یہاں جز عجز و خاموشی نہیں ہے یک زبان گویا
سوائے حق کے کب کوئی واصف وصفائمہ ہو — رہا چنداؔ ملک پر بھی ہے نکتہ نہان گویا
ساقی دے مجھکو جام مئے ارغوان پھر — افسردہ دل میں آئے جو شعلہ سی جان پھر
ملتے ہیں توقع پہ تری غیر سے کم ہم — رکھتے ہیں ترے دور میں یہ چشم کرم ہم
چشم کافر بھی ہے اور غمزۂ خونخوار بھی ہے — قتل کو پاس سپاہی کے یہ تلوار بھی ہے

اس دیوان کا ایک مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد دکن) میں موجود ہے۔ اس کا ایک اور مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری (لندن) میں ہے[۵]

---

۵ BLOOM HART,S COLLECTION. NO 11208 - FASCIMILE 34 SIZE $9\frac{1}{2}'' \times 5\frac{3}{11}''$

لمحات : از:۔ شاہ ولی اللہ — ترجمہ: پیر محمد حسن

یہ حضرت شاہ ولی اللہ کے عربی رسالہ "لمحات" کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں شاہ صاحب نے چند اسرار بیان کیے ہیں۔ تمام حقائق کا مرجع اول الاوائل ہے اور اسی سے کائنات کے مختلف مدارج میں صدور ہوا۔ اس کائنات میں ابداع، تدبیر، خلق اور تدلّی کے ذریعہ افعالِ حق رونما ہوتے ہیں۔ اور یہ تجلیاتِ الٰہی ہیں جن کے واسطے سے بندہ اپنے رب کے کلام کو سنتا اور دیکھتا ہے۔ ان کو بعض مذاہب نے غلطی سے ذاتِ خداوندی کا قائم مقام سمجھ لیا، حالانکہ یہ صرف اس کے انوار کا محل ہیں اور اس کی طرف رہنمائی کرتی ہیں — یہ دقیق مسائل اس کتاب میں زیرِ بحث آئے ہیں۔

صفحات ۹۶ — قیمت: -/۵ روپے

ملنے کا پتا:- ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاھور